انسانِ کامل

از

جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب صدر شعبۂ فلسفہ (جامعۂ عثمانیہ) حیدرآباد دکن

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گرد شہر کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست
زیں ہمرہانِ سست عناصر دلم گرفت شیر خدا و رستم دستانم آرزوست
گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

(رومی)

ان اشعار میں عارف روم نے دیوجانس کلبی کے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ ایک روز وہ دن کے وقت ہاتھ میں چراغ لے کر کسی گم شدہ شے کی نہایت توجہ اور انہماک کے ساتھ تلاش کر رہا تھا۔ لوگوں نے یہ نظارہ دیکھ کر پوچھا کہ "اجی آخر ڈھونڈھتے کیا ہو؟" کہا کہ انسان کو ڈھونڈھ رہا ہوں۔

اسی حکیم کا ذکر ہے کہ ایک روز وہ اونچے مقام پر چڑھ کر پکارنے لگا کہ "لوگو ادھر آؤ" جب چند لوگ اس کے قریب پہنچے تو اس نے انہیں اپنے سونٹے سے مار بھگایا اور کہا کہ "میں نے تو انسان کو بلایا تھا نہ کہ تو بول و براز ہو"۔

گویا دیوجانس کی نگاہ میں انسان کامل اور اس انسان نما صورت میں وہی فرق ہے جو کسی شخص میں اور اس کے بول و براز میں ہو سکتا ہے دیوجانس اور اس کے متبعین نے انسان کامل کا جو تصور پیش کیا ہے اس کی زیادہ تفصیل تو ان کے ہاں ہمیں نہیں ملتی البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے

کہ انسان کامل کی زندگی کا مقصود روا قیت اور لذت پرستی نہیں بلکہ حق طلبی وحق رسی ہے جسکو وہ اپنی زبان میں "نیکی" سے تعبیر کرتے ہیں۔ نیکی سے ان کی مراد خواہشات سے قلب کا کامل تخلیہ ہے جب انسان کا قلب تمام نفسانی خواہشات سے فارغ ہو جاتا ہے، لذتوں کی تمنا اور آرزو اس کے دل سے نکل جاتی ہے مال و دولت جاہ وعزت کی طلب بالکل جاتی رہتی ہے تو وہ کمال کے اس زینہ تک پہنچ جاتا ہے جو انسان کے عروج کا آخری زینہ ہے کلبیّہ کا نعرہ تھا۔

خر نیستی از آب وعلف دست بدار سگ نیستی از جیفۂ دنیا بگذر

قلب لذت کی خواہش سے آزاد ہو جائے، لذت کی موئیدات جاہ وشہرت مال ودولت سے مستغنی ہو جائے، اتنی بات تو صاف ہے لیکن قلب کے اس تخلیہ کے بعد اس کا تحلیہ کس چیز سے ہو؟ کلبیہ کا جواب ہے نیکی سے۔ نیکی سے کیا مراد ہے اس کا ایجابی تضمن کیا ہے؟ ارشاد ہوتا ہے کہ نیکی سے مراد "خواہشات نفسانیہ سے قلب کا تزکیہ" اس دور سے کلبیہ نہیں نکلتے اور خود نیکی یا کمال کا کوئی ایجابی تضمن ہیں ان سے معلوم نہیں ہوتا، یا فلسفہ کی تاریخ میں یہ محفوظ نہیں کیا گیا۔

اب ہم اس تلاش میں یونان کے اس فلسفی کی طرف رجوع کرتے ہیں "جس کی نگاہ زلزلہ فگن عالم افکار ہے، جو یونان کا سب سے بڑا مفکر ہے۔ ہماری مراد افلاطون سے ہے۔ یونان کے مفکرین میں سب سے پہلے افلاطون ہی نے روح انسانی کی تشفی بخش تفسیات پیش کرنے کی کوشش کی ہے وہ روح انسانی کی تین ملکات میں تقسیم کرتا ہے جن میں سے ایک کی فطرت عقلی ہے اور دو کی غیر عقلی۔ سب سے ادنیٰ ملکات جو روح کا غیر شریف اور دنی حصہ ہے، وہ احساسات خواہشات اور اشتہا آت ہیں۔ ان کی فطرت غیر عقلی ہے۔ ان میں نہ کوئی نظم ہوتا ہے نہ ترتیب ان کا نہ کوئی اصول ہوتا ہے نہ قاعدہ۔ ضروری ہے کہ ان پر ایک اعلیٰ ملکہ کی حکمرانی ہو،

تہرمانی ہو جو ان کو حد اعتدال میں رکھے، عفت و پاکبازی کے اصول کے تحت ان پر حکومت کرے۔ یہ اعلیٰ ملکہ عقل کا ہے جو اپنی فطرت کے لحاظ سے شریف ہے، جو حکمت کا مقام ہے جس طرح خواہشات واشتہاآت کا کام عقل کی فرمانبرداری واطاعت پذیری ہے اسی طرح عقل کا فطری و الٰہی حق حکمرانی و قہرمانی ہے۔ عقل جذبات وخواہشات پر حکمرانی کے لئے بنائی گئی ہے۔ ان دو ملکات کے درمیان روح کا تیسرا ملکہ ہے جسکو ہم اپنی زبان میں "ارادہ" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ یہ احساسات واشتہاآت کی طرح دنی اور ذیل نہیں۔ فطرۃً مائل بہ شر نہیں یہ خلقاً شریف ملکہ ہے اور جب اس کی صحیح رہبری کی جاتی ہے تو یہ اعلیٰ کمالات کے حصول کا ایک قوی ذریعہ بن جاتا ہے لیکن چونکہ یہ بذات خود غیر عقلی ہے اور کورانہ جذبہ کی شکل اختیار کر سکتا ہے لہذا اس کا مقام عقل سے فروتر ہے۔ یہ عقل کا خادم ہے جس کو جذبات واشتہاآت کو مطیع اور رام کرنے کے کام پر لگایا جا سکتا ہے۔ افلاطون ادنیٰ ملکات کا مقام جگر کو قرار دیتا ہے، عقل کا سر کو، اور ارادہ کا گردن سے نیچے کے حصے کو۔ اس مقام کی وجہ سے وہ جذبات و خواہشات کو روک سکتا ہے اور عقل کی ہدایت و رہبری حاصل کر سکتا ہے۔

افلاطون کی رائے میں یہ تینوں ملکات حقیقی معنی میں ایک دوسرے سے جدا و علیحدہ ہیں۔ اگر فطرت انسانی کو کامل وحدت قرار دیا جائے تو پھر اس امر کی توجیہہ نہیں کی جا سکتی کہ کیوں عقل کو اکثر دفعہ جذبات کے خلاف اپنی پوری قوت سے جنگ کرنی پڑتی ہے۔ سچ پوچھو تو عقل ہی روح ہے اور حواس بدن کے محض وظائف ہیں تاہم یہ نہ خیال کیا جائے کہ ان کے درمیان کوئی ربط و تعلق نہیں۔ ایسا نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ادنیٰ ملکات اعلیٰ ملکات کی خدمت واطاعت کے لئے ہیں۔ جسم روح کی خدمت گذاری کے لئے ہے۔ اس ربط و تعلق کو افلاطون نے ایک مشہور مثال کے ذریعہ واضح کیا ہے جو رتھ بان اور دو گھوڑوں کی مثال کہلاتی ہے

ان دو گھوڑوں میں ایک شریف ہے اور دوسرا رذیل اس لئے ان دو کو ایک ساتھ قابو میں رکھنا نہایت مشکل کام ہے۔ شریف گھوڑا ارادہ کی تعبیر ہے اور رذیل جذبات وخواہشات کی۔ رتھ بان عقل ہے۔ شریف عنصر کا رخ آسمان کی جانب ہوتا ہے اس کا رجحان ومیلان علو ورفعت کی طرف ہے۔ وہ جمال وکمال کا دلدادہ لیکن جسم اس کو زمین کی طرف کھینچتا ہے زمین کی لذتوں اور شہوتوں پر وہ جان دیتا ہے ہر اچھی چیز کا تعلق شکم ہی سے قرار دیتا ہے یا پھر ساری کائنات کا محور ومرکز آلۂ تناسل کو سمجھتا ہے اور اسی کا شیفتہ ورہ بودہ ہے۔ اب رتھ بان یا عقل قہرمان کا کام ہے کہ اپنے ان دو گھوڑوں کو قابو میں رکھے۔ ادنیٰ ورذیل کو اعلیٰ وشریف کے تابع کردے۔ ان کا رخ علو ورفعت کی جانب پھیردے۔ نتیجہ کے طور پر روح میں عدالت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ جو اس کا کمال ہے۔ یعنی روح کا کمال اس کے مختلف ملکات یا حصوں کا ایک خاص ربط وتعلق ہے جس میں ہر ملکہ یا حصہ اپنی فطرت وماہیت کے لحاظ سے اپنے صحیح مقام پر اپنے خاص فرائض کی ادائگی میں مصروف ہو جاتا ہے، اور "وضع الشیٔ علی محلہ" کے اصول کی تعمیل وتکمیل ہو جاتی ہے۔ فرد عقلمند اس وقت سمجھا جاتا ہے جب عقل روح کے دوسرے ملکات پر حکومت کرتی ہے اور جانتی ہے کہ ان کی فلاح وبہبود کس چیز میں مضمر ہے۔ فرد میں شجاعت کی صفت کا اس وقت ظہور ہوتا ہے جب ارادہ لذت والم، کرب وطرب میں عقل کی ہدایت پر عمل کرتا ہے کہ کس چیز سے خوف کیا جائے اور کس چیز سے نہیں اس میں عفت کی صفت اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب ارادہ جذبات وشہوات عقل کے حکم واقتدار کا اتباع کرنے لگتے ہیں۔ جب عقل ارادے اور شہوتوں میں توافق وہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے یعنی ہر ایک اپنا مناسب فرض ادا کرنے لگتا ہے تو فرد میں عدالت کی صفت کا ظہور ہوتا ہے اُمّہات وفضائل بھی چار ہیں۔ حکمت وشجاعت، عفت وعدالت

اب انسان کامل کی روح میں کامل توافق ہم آہنگی و ربط پایا جاتا ہے جسمیں اعلیٰ کا ادنیٰ پر کامل اقتدار ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے حکمت، شجاعت، عفت و عدالت کی صفات حسنہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ متجلی ہوتی ہیں اور یہی صفات جملہ فضائل کا مبدا و منبع ہیں۔ تمام محاسن کا ان ہی سے ظہور ہوتا ہے ان کا حامل انسان کامل ہے۔ اپنی قیمت کے لحاظ سے "دارائے دو جہاں" ہے گو کشتگان شہرت کی نظر میں حقیر و صغیر ہی کیوں نہ ہو۔

پیش خلقاں خوار و زار و ریش خند   پیش حق محبوب و مطلوب و پسند

(رومی)

انسان جسم و روح پر مشتمل ہے جسم عناصر کثیرہ سے مرکب ہے اور روح میں کئی ملکات پائے جاتے ہیں۔ اس طرح انسان ایک کثرت ہے لیکن جب جسم کو روح کا تابع کر دیا جاتا ہے اور روح کے مختلف ملکات عقل کے تابع ہو جاتے ہیں تو اب انسان میں ایک وحدت پیدا ہو جاتی ہے ایسی وحدت جس کی تکوین مختلف عناصر سے ہوتی ہے اور جو اپنا ظہور کثرت میں کرتی ہے اس لئے افلاطون کہتا ہے کہ کمال توافق یا ہم آہنگی وحدت کا نام ہے اور مرد کامل وہ 'مطرب' (Musician) ہے جو گویا مختلف آوازوں کی ترتیب سے ایک دلفریب نغمہ پیدا کرتا ہے۔ یہ دلفریب نغمہ توحید کا نتیجہ ہے۔ چونکہ حق تعالیٰ واحد ہے لہذا کمال یا فضیلت عدالت افلاطون کے الفاظ میں 'تَشَبُّہ باللہ' ہے اس وحدت یا 'کمال کا لازمی' ضروری و قطعی نتیجہ مسرت ہے۔ انسان کامل ہمیشہ مسرور و شادماں ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ لگد کوب جہاں سے بالکلیہ محفوظ نہیں ہوتا اس کے دوست و احباب اس کے ساتھ بے شرمی کا برتاؤ کر سکتے ہیں۔ وہ کورانہ نفرت کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس کو کشاں کشاں زنداں میں جھونکا جا سکتا ہے اور تازیانہ کی سزا دی جا سکتی ہے۔ وہ اپنے مصائب کا انجام سولی پر

پا سکتا ہے۔ تاہم "عدالت" کے سوا ہر چیز کو کھو کر وہ مسرور و شاداں ہو سکتا ہے۔ اس کی روح نغمہ الٰہی کی گونج سے ہمیشہ فرح وانبساط ذوق و مستی کی حالت میں ہوتی ہے۔ وہ اغیار سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

کیست زو بہتر بگو اے ہیچ کس　　تا بداں دل شاد باشی یک نفس
من نہ شادی خواہم و نے خسروی　　آنچہ خواہم من از تو ہم توی

(رومی)

افلاطون کا یہ بیان "حکمت الٰہیانی" کی نظر میں اسی وقت کامل مانا جائیگا جب خود عقل کو بھی "شرع" کے تحت کر دیا جائے یعنی "عقل جزی"، "عقل کلی" کی پیروی کرنے لگے

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

(اقبال)

آزاد ہندوستان میں اپنی نوعیت کا واحد ہفتہ وار باتصویر اخبار

شان ہند دہلی

جسے ہندو اور مسلمان دونوں پسند کرتے ہیں جسکی پالیسی صرف انسان نواز ہے انسانیت سیکھو کے نیک جذبہ کی آئینہ دار ہے۔ بہترین پاکیزہ مضامین نظموں افسانوں اور تصاویر کا دلفریب مرقع جسے دیکھ کر آپ کہہ اٹھینگے کہ ابھی دنیا میں انسانیت ختم نہیں ہوئی۔ ہندوستانی صحافت کا وہ نادر نمونہ جسے غیروں نے بھی سراہا ہے۔ سالانہ چندہ آٹھ روپیہ ششماہی چار روپیہ۔ فی پرچہ تین آنہ۔

ہر شہر میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے

منیجر ہفتہ وار شان ہند دہلی